# یکتائے زمانہ-عبداللہ ابن مبارکؒ

از:　مولانا محمد مجیب الرحمٰن دیودرگی
استاذِ دارالعلوم حیدرآباد

## نام ونسب

نام: عبداللہ، والد کا نام: ابن مبارک تھا، ان کے والد دراصل ترکی النسل تھے، ۱۱۸ھ میں ان کی پیدائش ہوئی، اور ۱۸۱ھ میں وفات ہوئی، کل عمر ۶۳ سال ہوئی، مرو میں ان کا قیام کافی بڑے گھر میں تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۹۱)

## توصیفی کلمات

کسی بھی شخصیت کا تعارف اور اس کی اہمیت کا اندازہ قائم کرنے میں اس کے ہم عصروں کے تأثرات کا بڑا دخل ہوتا ہے، منصف مزاج ہم عصر یا تو شخصیت کے سلسلے میں تعریف وتوصیف کرتے ہیں، یا نقد وجرح کرتے ہیں، سفیان ابن عیینہ مشہور محدث ہیں، انہوں نے ابن مبارک کی کچھ یوں تعریف کی: میں نے ابن مبارک کے حالات پر غور کیا، اور صحابۂ کرامؓ کے حالات پر غور کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابن مبارک میں آپ ﷺ کی صحبت ومعیت کے علاوہ تمام فضائل موجود ہیں، صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کی صحبت کی برکت سے اعلیٰ وبلند ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۹۱) اسماعیل ابن عیاش فرماتے ہیں: روئے زمین پر ان جیسا کوئی نہیں، ہر نیکی کو میں نے ابن مبارک میں پایا جو اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کر رکھی تھی، وہ اپنے ساتھیوں کی ضیافت فرماتے؛ حالاں کہ وہ خود روزے سے ہوتے۔ (ایضاً) عطاءؒ بن مسلم نے عبیدؒ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابن مبارکؒ کو دیکھا ہے؟ تو جواب دیا کہ ہاں دیکھا ہے، نہ ان جیسا میں نے کسی کو دیکھا اور نہ ہی ان جیسا کوئی ہوسکتا ہے، مشہور صوفی وبزرگ فضیل بن عیاضؒ ابن مبارک کی تعریف میں یوں گویا ہیں: ان جیسا کوئی ان کا نائب نہ ہوسکا، عبدالرحمٰن ابن مہدی جو مشہور رُواۃ حدیث میں سے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میں نے ابن مبارک جیسا اس امت کا خیرخواہ نہیں دیکھا، مشہور مؤرخ، مفسر قرآن

ابن کثیر الدمشقی نے ان اوصاف کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا: ایک جانب ابنِ مبارک علمِ فقہ کے ماہر ہیں، تو دوسری جانب علم کے بحرِ بے کراں ہیں، اور ساتھ ہی امت کے لیے بے پناہ مال کو لٹانے والے سخی ہیں، اور اس سے بڑھ کر شجاعت و بہادری میں بے مثال مظاہرہ کرنے والے مجاہد بھی ہیں، ان میں خیر کی کئی خصلتیں جمع کر دی گئیں تھیں۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۹۱) ابنِ مبارکؒ کی طرزِ زندگی دیکھ کر سفیان ابنِ عیینہ کہتے تھے کہ میری زندگی کا کم از کم ایک سال ابنِ مبارک کی طرح گزر جائے؛ حالانکہ تین دن بھی ایسے نہیں گزر سکتے۔ (ایضاً)

## شجاعت و بہادری

ان کے ذاتی اوصاف میں سے یہ اہم ترین خوبی تھی کہ موت سے بے خوف وخطر ہوکر شوقِ شہادت میں میدانِ جہاد کی طرف رواں دواں ہوتے، اور بنفسِ نفیس جہاد میں شریک ہوتے، اور نہایت ہی بہادری کا مظاہرہ فرماتے، عموماً علم کی دولت ہاتھ آجانے کے بعد انسان کسل مندی اور سستی کا مظاہرہ کرتا ہے، اور اگر مال بھی آجائے تو اپنے آپ کو بقیہ تمام چیزوں سے ماورا شمار کرتا ہے؛ لیکن ابن مبارک کی یہ امتیازی خوبی تھی کہ مال و دولت کے ڈھیر لگے ہوئے ہونے اور علم جیسی عظیم ترین نعمت ہاتھ آنے کے باوجود وہ میدانِ جنگ سے اپنے آپ کو مستغنی نہیں سمجھتے، ایک جنگ کا واقعہ لکھا ہے کہ دشمنوں کی صفیں تیار ہوگئیں، ادھر مسلمان بھی تیار ہوگئے، ایک کافر جوان آگے بڑھا، اس نے آواز دی آؤ مقابلہ کے لیے، مسلمانوں کی صف سے ایک جوان اپنے منھ پر کپڑا باندھ کر نکل پڑا، اور اس کا کام تمام کردیا، ایسے ہی پھر دو کافر نکلے، جن کا مؤمن شخص نے کام تمام کردیا، اس کے بعد وہ مؤمن شخص مسلمانوں کے لشکر میں آکر منھ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ عبداللہ ابن مبارک ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۹) یہ ابن مبارک کی بہادری ہی تھی کہ وہ ہمیشہ جہاد کے لیے کمربستہ رہتے، اور اس کا اہتمام بھی فرماتے۔

## سخاوت

جیسے حاتم طائی کی سخاوت مشہور ہوگئی تھی، اسی طرح طبقۂ علماء میں ابن مبارک کی سخاوت لوگوں کے مابین نہایت مشہور ہے، ابن مبارک کی سخاوت کے بے شمار قصے ہیں، ورنہ بے شمار سخاوت کی ایسی مثالیں ہیں کہ جن کی خبر عام نہ ہوئی، کئی مقروضین ایسے ہیں کہ جن کے قرضوں کو ابن مبارک نے ادا کردیا، اور مقروضین کو اس بات کا بھی پابند بنادیا کہ وہ کسی سے اس راز کو فاش نہ کرے۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۸) بلکہ ابن مبارک خود اپنے سلسلہ میں کہتے ہیں: میری تجارت کی

غرض ہی علماء، وصوفیاء اور مشائخین کی امداد کرنا ہے، ایک دفعہ فضیل بن عیاضؒ جو خود مشہور بزرگ ہیں، ان سے کہنے لگے اگر تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا۔(صفۃ الصفوۃ ۳۲۶/۲) یہی وجہ تھی کہ ابن مبارک اپنی ذات پر مال بہت کم خرچ کیا کرتے، اور ساتھیوں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی کوشش کرتے، اسماعیل ابن عیاشؒ نے فرمایا تھا کہ ابن مبارک عجیب وغریب آدمی ہیں، جو ساتھیوں کی تو ضیافت فرماتے ہیں اور خود روزہ رکھتے ہیں۔ (البدایہ ۱۹۲/۱۰) فقراء پر ہر سال ایک لاکھ درہم خرچ کرتے، نیز عابدین وزاہدین پر رأس المال کا نفع خرچ کرتے۔(ایضاً) حج کا زمانہ آتا تو ابن مبارک کے ساتھ حج کے لیے مرو کے لوگ جاتے، ابن مبارک کہتے کہ تم سب اپنا مال جمع کرو، سب لوگ اپنا اپنا خرچ ابن مبارک کے پاس جمع کردیتے، اس خرچ کو لے کر ابن مبارک صندوق میں ناموں کے ساتھ محفوظ رکھتے، اور حج کے لیے چلے جاتے، مدینہ میں، مکہ میں حاجیوں کی عمدہ کھانے سے ضیافت فرماتے، ان حاجیوں کے اہل وعیال کے لیے اشیاء خریدواتے، پھر واپس مرو پہونچتے تو ان سب حاجیوں کی دعوت کرتے، اس کے بعد ان کی رقم ان حاجیوں کو واپس کردیتے۔(البدایہ ۱۹۲/۱۰) ایک دفعہ حج کے لیے نکلے تو راستہ میں ایک پرندہ مرگیا، آپؒ نے اسے کوڑے دان میں ڈال دینے کا حکم دیا، اس کے بعد ساتھی آگے نکلے، ابن مبارک وہیں ٹھہرے ہوئے رہے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوڑے دان پر ایک لڑکی آئی، اور اس مردہ پرندہ کو اٹھا کر اپنے گھر لے گئی، عبداللہ بن مبارک اس کے پیچھے گئے، اس کے احوال دریافت کیے، تو لڑکی نے اپنی بدحالی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ چند دنوں سے تو ایسی حالت ہوگئی کہ ہمارے لیے مردار حلال بھی ہوگیا ہے، ہمارے والد کے پاس جو کچھ مال تھا، لوگوں نے ظلم کرکے ان سے مال چھین لیا، اور انھیں قتل بھی کردیا، ان حالات کے سننے کے بعد ابن مبارکؒ نے خازن کو بلوایا اور اس سے پوچھا کہ نفقہ وخرچ کتنا ہے؟ خازن نے جواب دیا کہ ایک ہزار دینار، ابن مبارک نے فرمایا: ہمارے مرو تک پہونچنے کے لیے بیس (۲۰) دینار کافی ہیں، یہ رکھ لو، اور بقیہ رقم اس عورت کو دے دو، خازن نے اسی طرح کیا، اس کے بعد ابن مبارکؒ نے فرمایا: اس سال ہمارے لیے حج کرنے سے زیادہ افضل یہ تعاون کرنا ہے۔(البدایہ والنہایہ ۱۹۱/۱۰)

غور کیجیے! ابن مبارکؒ جیسے جید عالمِ دین وفقیہ وامامِ وقت نے حج جیسی عظیم عبادت کے بجائے غریب کی امداد کو اہمیت دی، اور محتاج ومضطر کا تعاون فرمادیا، اور حج کا ارادہ ملتوی فرمادیا، نیز یہ بھی فرمایا کہ ایسے موقع پر جب کہ ہمارے اردگرد ہمارے پڑوس میں محتاجوں کے گروہ رہتے

ہوں، تو ہمیں نفلی حج کے لیے کوشش کرنے کے بجائے ان محتاجوں کی امداد پر توجہ دینا، ان فقرار کی خبرگیری کرنا، ان کی ضروریات پورا کرنا زیادہ افضل ہے، اس واقعہ میں ان مالداروں کے لیے انتہائی عبرت ہے کہ جو لاکھوں روپے نفلی حج وعمروں میں لگانے میں مصروف ہیں، اور اپنے محتاج پڑوسیوں کی خبرگیری نہیں کرتے، اپنے غریب رشتہ داروں پر کچھ خرچ نہیں کرتے، اس لیے علمار نے لکھا ہے کہ نفلی حج وعمرہ کے بجائے غریبوں کی امداد کرنا زیادہ افضل ہے، پڑوس میں کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو سودی قرضوں میں مبتلا ہیں، کتنے ہی رشتہ دار اور محتاج ایسے ہیں جو ہسپتالوں کے چکر کاٹ رہے ہیں، کئی مریض تو ایسے ہیں جنھیں دوائی کے لیے رقم دستیاب نہیں ہے، کئی بے بس مریض تو اس حال تک پہنچ گئے ہیں کہ غربت کی وجہ سے امراض کا علاج کرانے سے عاجز ہیں اور موت ہی کے انتظار میں بسرِ مرگ پر پڑے ہوئے ہیں، ویسے میں یہ مالدار ایک سے زائد نفلی حج وعمرہ میں ایک کثیر تعداد میں مال صرف کررہے ہیں، کیا ان سے روزِ قیامت باز پرس نہیں ہوگی؟ کیا انھیں ابنِ مبارکؒ کا یہ طرزِ عمل غربار کی امداد پر آمادہ نہیں کرتا؟

ابنِ مبارکؒ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں: میں خراسان سے بغداد تک آپؒ کے ساتھ رہا، کبھی میں نے آپؒ کو تنہا کھاتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۴)

## حدیث شریف کا اشتغال

مالداری کے باوجود علم کی جانب جھکاؤ، علم سے لگاؤ، اہلِ علم کی قدردانی علم کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا بہت کم ہی لوگوں کے نصیبے میں آتا ہے، انھیں بانصیب افراد میں ایک ابنِ مبارکؒ ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ نے علمِ حدیث جیسی مبارک شئی سے تعلق ووارفتگی نصیب فرمائی، ابنِ مبارکؒ گھر میں زیادہ رہتے تھے، لوگوں نے پوچھا کہ کیا تمھیں گھر میں وحشت نہیں ہوتی؟ جواباً کہنے لگے کہ مجھے وحشت کیسے ہوگی کہ میں آپ ﷺ کے اقوال کے ساتھ رہا کرتا ہوں۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۴) ابنِ مبارکؒ کی حالت بیان کرتے ہوئے نعیم ابنِ حماد کہتے ہیں کہ ابنِ مبارکؒ جب کتاب الرقاق پڑھتے تو نہایت آبدیدہ ہوجاتے، کوئی ان سے اس دوران سوال کرنے یا ان کے قریب جانے کی ہمت نہیں کرتا۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۵)

## آخرت کا خوف

مال کے ساتھ پہلے تو علم ہی کا اجتماع بہت کم ہوتا ہے؛ مگر جب یہ دونوں جمع ہوجائیں اور ان میں عمل بھی جمع ہوجائے تو نورٌ علیٰ نور کا مصداق ہوجاتا ہے؛ لیکن ایسا حسین امتزاج ناپید نہیں تو

کمیاب ضرور ہے؛ لیکن ابنِ مبارکؒ کی ذات ہی خود مبارک تھی جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ تمام تر خوبیاں بیک وقت جمع فرمائی تھیں، عملی زندگی میں وہ انتہائی فعال اور متحرک تھے اور ہر وقت انھیں اپنی آخرت کی فکر دامن گیر رہتی؛ چنانچہ ایک دفعہ مکۃ المکرّمہ میں ابنِ مبارکؒ کو زمزم سے لبریز پیالہ پیش کیا گیا تو آپؒ نے قبلہ رخ ہوکر یہ حدیث مبارک بیان فرمائی: ''مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ'' (ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جاتا ہے، اس کے لیے کافی ہوتا ہے) اس کے بعد ابنِ مبارکؒ نے فرمایا: یہ پانی میں قیامت کی پیاس بجھانے کے لیے پیتا ہوں، اس کے بعد آپؒ نے نوش فرمایا۔ (ایضاً)

## عبادت وقبولیتِ دعا

ابنِ مبارکؒ پر اللہ کا خاص کرم یہ بھی تھا کہ انھیں عبادت وغیرہ کا بھی خاص شوق عنایت فرمایا تھا ، اسی بناء پر راتوں میں ابنِ مبارکؒ کا عجیب وغریب حال ہوا کرتا کہ راتوں میں اتنا زیادہ روتے کہ ان کی داڑھی تر ہوجاتی، حاسدین یہ دیکھ کر کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی بنا پر انھیں ہم پر فضیلت دی ہے۔ (صفحہ ۲/۳۳۰) ابووہبؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مستجاب الدعوات بھی بنایا تھا، ایک مرتبہ ایک اندھے شخص پر سے ابنِ مبارکؒ کا گزر ہوا تو اس اندھے نے ابنِ مبارکؒ سے سوال کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹادے، ابنِ مبارکؒ نے دعا کردی، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بینائی لوٹادی، ابووہب کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو دیکھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ایضاً ۲/۳۲۹)

## حقیقی بادشاہت

حکمراں وہ لوگ نہیں جو جبراً عوام پر مسلط ہوجائیں اور اپنا حکم نافذ کرنے لگیں؛ بلکہ حکمراں حقیقی معنی میں وہ ہے جنہیں قوم حقیقی معنی میں دل وجان سے چاہنے لگے، ان کی ہر ادا پر مر مٹنے لگے، ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب ہو، ان کی اتباع کو اپنے لیے کامیابی کا زینہ سمجھے، بادشاہوں کے مقابلے بزرگوں کی جو حکومت ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ عوام کے دلوں پر وہ راج کرتے ہیں؛ چنانچہ ایک دفعہ ابنِ مبارکؒ رقہ آئے ، لوگ جوتے چپل چھوڑ کر ان کے پیچھے جانے لگے اور غبار بہت زیادہ اڑنے لگا، خلیفہ ہارون رشید کی باندی محل کی کھڑکی سے یہ سب نظارہ کررہی تھی، اس باندی نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا: یہ خراسان کے عالِم دین ہیں، جو رقہ آئے ہوئے ہیں، لوگ انھیں دیکھنے اور سننے کے لیے جمع ہورہے ہیں، اس باندی نے یہ سن کر کہا کہ ہارون رشید حقیقت میں بادشاہ نہیں ہیں؛ بلکہ حقیقتاً بادشاہ تو یہ ہیں؛ کیوں کہ ان کے جمع

کرنے کے لیے کوئی پولیس و مددگار کی کوئی ضرورت نہیں۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۱۵)

## اقوال

بزرگوں کے اقوال میں اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب تاثیر رکھی ہے، بعض بعض دفعہ بزرگوں کا ایک ایک جملہ وہ اثر دکھلا جاتا ہے، جو اوروں کی کئی تقاریر اور کئی مضامین اثر نہیں دکھلا سکتے، بعض دفعہ بزرگوں کے ایک ہی جملہ میں سامعین کی زندگی ہی تبدیل ہوجاتی ہے، ابنِ مبارکؒ کے بھی بے شمار اقوال ایسے ہیں، ایک شخص کو آپ نے نصیحت فرمائی: اپنی قدر پہچانو۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۹)

ابنِ مبارکؒ فرماتے ہیں: ہم نے علم دنیا کے لیے سیکھا؛ لیکن علم ہی نے ہمیں دنیا چھوڑنا سکھایا۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۳۰)

ایک دفعہ ابنِ مبارکؒ نے فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۶)

ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا: دنیا والے دنیا کی بہترین چیز کھانے سے قبل دنیا چھوڑ کر چلے گئے، سامعین نے سوال کیا: وہ بہترین چیز کیا ہے؟ آپؒ نے جواب دیا: اللہ کی معرفت۔ ابنِ مبارکؒ فرمایا کرتے: شبہ کا ایک درہم لوٹا دینا، لاکھوں درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے، ایک دفعہ فرمایا: جس شخص میں جہل کی کوئی ایک صفت بھی ہو وہ جاہل ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو اسی بنیاد پر نصیحت کی ہے، آپؒ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ آدمی کون لوگ ہیں؟ تو آپؒ نے جواب دیا: علماء، بادشاہ کون ہیں؟ تو جواب دیا: زاہد لوگ بادشاہ ہیں، پھر فرمایا: بیکار لوگ وہ ہیں جو دین بیچ کر کھایا کرتے ہیں۔ (صفۃ الصفوۃ ۲/۳۲۶)

الغرض اللہ تعالیٰ نے ابنِ مبارکؒ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، مال و دولت کے ساتھ جود وسخا جیسی اہم نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو وافر مقدار میں عطا کی تھی، جس کا آپ موقع بموقع استعمال فرمایا کرتے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل جیسی اہم نعمت سے بھی سرفراز فرمایا تھا، جس کا آپؒ نے بخوبی لحاظ کیا اور اس کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا، آپؒ کا زہد وتقویٰ انتہائی مثالی تھا، جس پر علماء وصلحاء ..... رشک کیا کرتے تھے، حضرت سفیان ابنِ عیینہ جیسے عالمِ دین کہتے ہیں کہ میں خود ابنِ مبارکؒ جیسی زندگی گزارنا چاہتا ہوں؛ مگر مجھ سے نہیں ہوسکتا، لہٰذا آپؒ کی زندگی میں انسانی طبقات کے لیے بے شمار نمونہ، عبرتیں اور اسباق موجود ہیں، جن سے استفادہ کرکے زندگی گزارنا چاہیے، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!